یادِ رفتگاں

حافظ حسین اَزہر

حافظ عبد اللہ حسین روپڑیؒ کا سانحۂ ارتحال

۴/اپریل ۲۰۱۰ء بروز اتوار بوقت ۹ بجے صبح شیخ التفسیر حافظ محمد حسین امرتسری روپڑیؒ کے بڑے بیٹے حافظ عبد اللہ حسین روپڑیؒ ۷۷ برس کی عمر میں کراچی میں انتقال کر گئے جن کی نمازِ جنازہ ان کے بہنوئی پروفیسر حافظ ثناء اللہ خاں نے روپڑی خاندان کے زیر اہتمام ڈیفنس کالونی، کراچی کی جامع مسجد عمر بن عبد العزیز میں اسی روز بعد نمازِ مغرب پڑھائی اور اُنہیں نئی تعمیر کردہ کالونی 'گلشن معمار' میں ۱۰ بجے رات سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون!

برصغیر پاک وہند میں جن خاندانوں کو ان کی دینی، علمی اور تبلیغی خدمات کے باعث شہرت دوام ملی، ان میں غزنوی، لکھوی اور روپڑی خاندان سرفہرست ہیں۔ حافظ عبد اللہ محدث روپڑیؒ اور شیخ التفسیر حافظ محمد حسین روپڑیؒ کا شمار اس خاندان کے اکابر علماء اساتذہ میں ہوتا ہے۔ اس خاندان کے دیگر مشاہیر اِنہی دو شخصیتوں کے شاگرد ہیں، جن میں سے ان دونوں کے بھتیجے حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ اور حافظ عبد القادر روپڑیؒ پورے برصغیر میں ایک عرصہ شمس و قمر تاباں بن کر چمکتے رہے۔ اب یہ تمام حضرات گارڈن ٹاؤن لاہور کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حافظ عبد اللہ محدث روپڑیؒ اور حافظ محمد حسین روپڑیؒ کی علمی اور اصلاحی خدمات مسلک اہل حدیث کا ایک روشن باب ہیں اور وہ زندگی بھر سلفی مکتبِ فکر کی تحریک کے نقوش نمایاں کرتے رہے۔ حافظ محمد حسین روپڑیؒ کی عوام میں زیادہ شہرت نہ ہوسکی جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ایک تو وہ خالص علمی مزاج رکھتے تھے۔ اگرچہ علمی مجلسوں اور مناظروں میں گاہے شریک ہوتے، لیکن دیگر تدریسی اور کاروباری مصروفیات کی وجہ سے عوامی جلسوں میں نہ جاتے تھے۔ کیونکہ وہ نہ صرف معاشی اعتبار سے خود کفیل ہو کر تعلیمی اور تحقیقی کام کرنا چاہتے تھے بلکہ اپنے

www.KitaboSunnat.com

شاگردوں اور مقتدیوں میں تحریک بھی چلایا کرتے تھے کہ اگر وہ دینی کام کو مؤثر بنانا چاہتے ہیں تو اپنے لئے معاش کا الگ انتظام کریں۔

اُن کی اس سوچ کا پس منظر یہ تھا کہ برطانوی سامراج کے برصغیر پر تسلط کے بعد مسلمانوں کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، ان میں ایک بڑی مصیبت مسلمانوں کی ابتر معاشی حالت تھی۔ برطانوی سامراج بخوبی جانتا تھا کہ مسلمان اپنے جذبۂ جہاد کی بنا پر پوری طرح زیر نگیں نہیں ہوسکتے، اس لیے اُنہیں معاشی طور پر مفلوج کرکے ہی غیر مؤثر بنایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ سامراج نے پہلے ۱۸۳۸ء میں تمام مسلم اوقاف قبضے میں لے کر مسلمانوں کے روایتی تعلیم وتربیت کے اداروں کی کمر توڑنے کی کوشش کی، بعد ازاں تقریباً ہزار سال تک برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کے زیر نگیں رہنے والے ہندو اور دیگر مذاہب والوں کو بالا دستی دینے کی سازشیں کرتا رہا جن میں سرکاری ملازمتوں سے خاص طور پر مسلمانوں کو محروم رکھ کر دوسروں کو زیادہ سے زیادہ نوازا جاتا بلکہ مسلمانوں کی دینی وروایتی تعلیم کے فضلا کو اس حد تک نظر انداز کیا جاتا رہا کہ دینی حلقوں کے تعلیم یافتہ حضرات کو خواندہ بھی شمار نہ کیا جاتا جب تک کہ وہ سرکاری امتحانات 'مولوی فاضل' وغیرہ پاس نہ کرلیں۔

اپنی خودداری کی بنا پر حافظ محمد حسین روپڑیؒ نے مولوی فاضل کا امتحان بھی امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور معاشی خود کفالتی کے لیے رسمی طور پر علوم وفنون سے فراغت کے بعد کوئی نہ کوئی صنعتی یا تجارتی کاروبار بھی اپنایا جن میں صابن سازی سے لے کر پولٹری فارم اور ڈیری فارم وغیرہ شامل ہیں۔ بالآخر پارچہ بافی کے لیے 'رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز' کی صورت میں اپنا کاروبار مستحکم کیا۔ برصغیر پاک وہند کی تقسیم سے قبل امرتسر میں اُن کی مذکورہ فیکٹری بڑے عروج پر تھی جبکہ پاکستان بننے کے بعد بھی یہی کاروبار لاہور میں 'قذافی سٹیڈیم' کے بالمقابل ۲۷۰/ فیروز پور روڈ پر قائم کیا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں یہ فیکٹری اچانک آگ لگنے سے تباہ ہوگئی۔ اس کی دوبارہ تعمیر اس انداز سے کی گئی کہ وہاں دینی تعلیم اور صنعتی کاروبار بہ یک وقت ممکن ہوسکے۔

گویا شیخ التفسیر حافظ محمد حسین روپڑی کی شخصیت علم وعمل کا حسین امتزاج تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے معاش اور معاد کے دونوں تقاضے بھرپور طریقے سے پورے کرنے کی کوشش کی۔ ا ن کے منجھلے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن مدنی اپنے دینی، تعلیمی، تحقیقی، دعوتی اور رفاہی وغیرہ سارے

www.KitaboSunnat.com

کام ۱۹۸۰ء تک اسی جگہ 'مدرسہ رحمانیہ' اور ملحقہ اداروں کی صورت میں انجام دیتے رہے۔ ان تمام خدمات میں جس شخص نے بہت زیادہ حصہ لیا، وہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی کے برادرِ اکبر حافظ عبداللہ حسین روپڑیؒ ہی تھے جن کے دل میں اپنے باپ کا مشن ہر دم موجزن رہتا۔ وہ جب تک لاہور میں رہے، اپنے والد مرحوم کے مشن کی تکمیل کے لیے کوشاں رہے۔ وہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی کا اس طرح سہارا بنے کہ اُنہیں حافظ عبداللہ حسین نے کافی حد تک کاروبار کی اُلجھنوں اور مصروفیتوں سے فارغ کر رکھا تھا اور دینی اداروں کو چلانے کے لیے دونوں بھائی ایک عرصہ مدرسہ رحمانیہ سے ملحق کچی عمارتوں میں سکونت پذیر رہے۔

کراچی منتقل ہونے کے بعد بھی حافظ عبداللہ حسین دین ودنیا کو مجتمع کرنے میں کوشاں رہے۔ پہلے پائپ کے خاندانی کاروبار کے ساتھ بہار کالونی کی جامع مسجد اہل حدیث میں اپنے تبلیغی مشن کو نبھاتے رہے، جہاں حافظ عبدالغفار روپڑی ان کے دستِ راست رہے پھر وہاں سے نقل مکانی کر کے ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کراچی کی جامع مسجد عمر بن عبدالعزیز میں اس مشن کے لیے کوشاں ہوئے۔ چنانچہ اسی مسجد سے ملحقہ عمارت میں 'جامعہ باب الاسلام' بھی قائم کیا جس کا افتتاح اُس وقت کے گورنر سندھ محمد میاں سومرو کے ہاتھوں ہوا۔

موصوف کی زندگی بھر یہ کوشش رہی کہ وہ اپنے والدِ گرامی کی طرح بن جائیں۔ واقعی وہ اپنے ظاہری حسن وجمال اور بارعب شخصیت کی بنا پر اپنے والد کا پرتو ہی نظر آتے تھے۔ معنوی طور پر وہ جن خاص خوبیوں کو اختیار کیے ہوتے تھے، ان کو دیکھ کر ان کے والد مرحوم کی نماز اور دعا کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ وہ بڑی لمبی نماز پڑھا کرتے اور سحر خیزی کے ساتھ اشراق میں بھی رقت آمیز دعاؤں کا اہتمام کرتے۔ ان کا ایمان تھا کہ دعا کے ساتھ ہر تکلیف ٹل جاتی ہے اور ہر خواہش پوری کی جاسکتی ہے۔ اسی لیے موقع بہ موقع حج اور عمرے بھی کرتے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

«العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة» (صحیح بخاری:۱۷۷۳)

''ایک عمرہ سے دوسرا عمرہ، دونوں کے مابین ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے ماسوا کچھ نہیں ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

۱۹۸۰ء میں جب وہ بہار کالونی کی مسجد کے منتظم تھے کہ اچانک ان کا اپنڈیکس پھٹ گیا جس کا زہران کے پورے جسم میں پھیل گیا۔ اسی تشویش ناک حالت میں جب ان کو تسلی دی جاتی تو کہتے کہ میں نے اس واقعہ سے پہلے سحری کے وقت دل سے دعا کی تھی۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور صحت دیں گے۔ اسی ایمان کی بدولت وہ صحت یاب ہوکر اپنی بھرپور جوانی میں واپس آگئے۔

اپنے والدِ گرامی کی طرح وہ عنفوانِ شباب سے ہی جسمانی ورزش کے عادی تھے جس میں ڈنڈ پیلنا اور بیٹھکیں نکالنا ان کا معمول تھا۔ اس لیے بڑے طاقتور اور سخت جان تھے۔ ہمیشہ خواہش کرتے کہ ان کی یہ طاقت جہاد فی سبیل اللہ میں کام آئے۔ اس کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے اور جب باطل کے بالمقابل حق کی حمایت کے لیے ڈٹ جاتے تو مخالفین پر ان کا رعب طاری ہوجاتا۔ خوش خوراک اور خوش لباس بھی تھے، کیونکہ ارشادِ نبویؐ ہے:

«المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف»

''طاقتور مؤمن ضعیف مؤمن سے بہتر اور اللہ کا پسندیدہ ہوتا ہے۔'' (صحیح مسلم:۴۸۱۶)

اپنے وعظوں میں دنیا اور آخرت دونوں کی نعمتوں کا حصول اپنے حاضرین کے سامنے رکھا کرتے اور واضح کرتے کہ دنیا آخرت کے حصول کا ذریعہ بننی چاہیے، لہٰذا انسان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھا کر دین کے لیے وقف کرنا چاہیے۔ چونکہ برے حال کی درویشی یعنی گھر گھر پھر کر کھانا اکٹھا کرنا، پسندیدہ کام نہیں۔ اسلام ہمیں رغبت دلاتا ہے کہ دنیا کو بہتر بنا کر دین کا کام خودداری سے کریں۔ جس کی دلیل ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ پیش کیا کرتے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا کی بھلائی نصیب فرما اور ہماری آخرت بھی اچھی بنا اور آگ کے عذاب سے بچا رکھ۔''

وہ ہمیشہ دینی مدارس کے طلبہ کی معاشی حالت بہتر بنانے میں کوشاں رہتے اور کہتے کہ طالب علم تھوڑے ہوں تو کوئی حرج نہیں، لیکن ان کے بہتر دماغ کے لیے صحت مند جسم ضروری ہے جو اچھی غذا کی وجہ سے ہی ممکن ہے۔ چنانچہ اپنے زیرنگرانی طلبہ کی جسمانی صحت اور علمی یکسوئی دونوں پر خاص توجہ دیتے۔ جب تک وہ مدرسہ رحمانیہ: ۲۷۰/فیروز پور روڈ، گارڈن

www.KitaboSunnat.com

ٹاؤن لاہور کے ناظم رہے، طلبہ کے لیے دودھ دینے والی بھینسوں کا انتظام کرتے اور اُنہیں نمازِ فجر سے پہلے اُٹھا کر روحانی عبادت اور جسمانی ورزشیں کرواتے جبکہ نمازِ فجر کے بعد نہار منہ دودھ اور دہی پلاتے۔ اسی طرح اچھی بود وباش کا خصوصی خیال رکھتے۔ اگر کوئی طالب علم اعلیٰ لباس وزینت کی خواہش کرتا تو اس کی خواہش اپنی جیب سے پوری کر دیتے، پھر کہتے کہ اب یکسو ہوکر پڑھائی کرو۔ اخلاقی تربیت کا بہت دھیان رکھتے۔ ایک دفعہ کسی طالب علم کی خواہش وضروریات پوری کرنے کے باوجود اگر وہ علم واخلاق میں کوتاہی کرتا تو اس کا کڑا محاسبہ کرتے۔ کاروبار سے جب بھی معمولی فراغت پاتے، تبلیغی دورے کے لیے نکل جاتے۔ ان کی زبان میں بڑی تاثیر تھی۔ مجلسی گفتگو نپی تلی کرتے۔ ان کی شخصیت اور متانت سے مخاطب نہ صرف متاثر ہوتا بلکہ عقیدت مندی اختیار کر لیتا۔ گویا وفد عبدالقیس کے اشج عصری سے ان کی مشابہت تھی جس کا قصہ یوں ہے:

> ''اشج عصری اپنے قبیلے کے وفد کے ساتھ نبی ﷺ کی زیارت کو آئے۔ نبیؐ کے پاس پہنچے تو نبی اکرم ان کی طرف اٹھے۔ اب قوم نے اپنی سواریوں کو بٹھایا اور جلدی میں وہی سفری لباس میں نبیؐ کے پاس آئے جب کہ اشج عصری اٹھے اور پہلے انہوں نے اپنے ساتھیوں کی سواریوں کو باندھا پھر اپنی سواری باندھی اس کے بعد اپنے کپڑوں کو درست کیا اور نبی کے پاس جا کر سلام کہا اور یہ سب کچھ آپ دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے اشج عصریؓ کے اس اقدام پر فرمایا: «إنَّ فيك لخصلتين يحبهما الله ورسوله» تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں۔ اُشج کہنے لگے وہ کونسی؟ فرمایا: «الأناة والحلم» ''زیرکی اور بردباری'' (صحیح ابن حبان: ۷۱۵۹)

حافظ صاحب کثیر العیال تھے، ان کے ورثا میں دو بیویاں، ۱۱ بیٹے اور ۵ بیٹیاں ہیں۔ ان سب کی سخت دینی تربیت کے ساتھ وہ ان کے رزقِ حلال کے لیے اَن تھک محنت کرتے رہے۔ خاندانی کاروبار چھوڑ کر اُنہوں نے سعودی عرب اور دبئی میں اپنے لڑکوں کے نئے کاروبار قائم کرنے کی بھی کوششیں کیں، لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ بالآخر کراچی میں ایک وسیع وعریض کالونی 'گلشن معمار' کے نام سے اُنہوں نے ڈویلپ کر لی تھی کہ بیمار ہوگئے اور تقریباً پانچ سال سے وہ گردوں کے فیل ہو جانے کے سبب ڈائیلسز کے عمل سے گزر رہے تھے جس

www.KitaboSunnat.com

کے دوران کئی دفعہ دل کا دورہ پڑا اور ان پر فالج کے کئی حملے بھی ہوئے، لیکن اُنہوں نے ہر تکلیف پر ہمیشہ صبر وشکر کیا اور زبان پر کبھی حرفِ شکایت نہ لائے۔

جب بھی ان کی صحت کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ نہایت اطمینان کا اظہار کرتے اور سورۃ الدہر کی آیتِ کریمہ ﴿نَحۡنُ خَلَقۡنٰهُمۡ وَشَدَدۡنَاۤ اَسۡرَهُمۡ‌ ۚ وَاِذَا شِئۡنَا بَدَّلۡنَاۤ اَمۡثَالَهُمۡ تَبۡدِيۡلًا﴾ ''ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کیے اور ہم جب چاہیں ان کی جگہ انہی کی طرح دوسرے آدمیوں کو لا کر بسا دیں۔'' کی روشنی میں اللہ سے اپنی اُمید باندھ لیتے۔ اس بارے میں ان کا ایمان وتوکل مثالی تھا۔ ہمیشہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ عافیت میں رکھے۔ اگر کوئی آزمائش سے ڈراتا تو کہتے:

''اگر اللہ کی مرضی یہی ہے تو پھر وہی سب سے بڑا مددگار اور سہارا ہوتا ہے۔''

اس طرح بڑے سے بڑا دکھ سہار جاتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور ان کے جانشینوں کو ان کے نقش قدم پر گامزن کرے۔

﴿وَيَزِيۡدُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا هُدًى‌ ؕ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ مَّرَدًّا﴾ (مریم:٧٦)

''اور جو لوگ سیدھی راہ پر ہیں اللہ ان کو زیادہ (نیک کام کرنے) کی راہ سجھاتا جاتا ہے اور قائم رہنے والی تیرے مالک کے نزدیک اچھا بدلہ رکھتی ہے اور اچھا انجام۔''

www.KitaboSunnat.com

یادِ رفتگاں

حافظ محمد زبیر ☆

ایک خادمِ قرآن کی کچھ یادیں، کچھ باتیں

راقم الحروف کا محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد سے پہلا شعوری تعارف گریجویشن کے دوران ۱۹۹۸ء میں ہوا۔ اور اس کا ذریعہ، شرک پر ان کی چھ عدد آڈیو کیسٹس بنیں۔ توحید و شرک کے موضوع پر ان کا یہ خطاب اس قدر جامع مانع تھا کہ اس نے ڈاکٹر صاحبؒ سے ایک تعلق قائم کر دیا۔ اس کے بعد اپنے گاؤں پنڈی گھیپ، ضلع اٹک میں ہی ڈاکٹر صاحب کی قائم کردہ تنظیم اسلامی کی چھوٹی سی لائبریری سے رابطہ قائم ہوا اور ان کی اکثر و بیشتر کتابیں اور خطبات نہ صرف اَزبر کر لیے بلکہ چھوٹے موٹے دروسِ قرآن کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

گریجویشن کے بعد میرا پروگرام علم ریاضی میں M.Sc کرنے کا تھا، لیکن ڈاکٹر صاحب کے خطبات نے ذہن تبدیل کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم قرآن کی تعلیم و تعلّم پر بہت زور دیتے تھے بلکہ مغربی تعلیم یافتہ افراد کے لیے تو قرآن کی تعلیم کو فرض قرار دیتے تھے۔ سو راقم نے بھی ڈاکٹر صاحب مرحوم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے گریجویشن کے بعد ۱۹۹۹ء میں قرآن اکیڈمی، لاہور میں ایک سالہ کورس کے لیے داخلہ لے لیا۔

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت میں رعب اور دبدبے کا عنصر غالب تھا۔ اس لیے ان سے براہِ راست ملاقات یا بات کرتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی تھی۔ بہر حال ایک سالہ کورس کے دوران ڈاکٹر صاحب سے کسی انتظامی مسئلے کے حوالے سے ایک ہی دفعہ ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے راقم کو تعلیم پر توجہ دینے کی نصیحت کی۔ مئی ۲۰۰۰ء میں ایک سالہ کورس کے اختتام پر ڈاکٹر صاحب نے کلاس کے ساتھ الوداعی ملاقات کی جس میں سوال و جواب کا سیشن بھی ہوا۔ راقم نے ڈاکٹر صاحب سے یہ سوال کیا کہ ایک سال پڑھنے کے بعد بعض طلبا میں قرآن وسنت اور دین کا مزید علم حاصل کرنے کی خواہش بڑھ گئی ہے، اب آپ کے پاس اس بارے میں کیا پروگرام ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا: فی الحال تو ہمارے پاس ایک ہی سال کا پروگرام ہے۔ آپ مزید پڑھنا چاہتے ہیں تو اسلامی یونیورسٹی چلیں جائیں۔ جب راقم نے ڈاکٹر

www.KitaboSunnat.com